رمضان المبارک

کے

فضائل و احکام

از

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانی مبارکپوری مدظلہ العالی

ناشر

جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) ریوڑی تالاب بنارس

58

رمضان المبارک

کے

فضائل و احکام

از

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانی مبارکپوری مدظلہ العالی

ناشر

جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) ریوڑی تالاب بنارس

عرضِ ناشر

الحمد للّٰه رب العلمين ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ، اما بعد :-

اسلام کی بنیاد جن پانچ ارکان پر رکھی گئی ہے ان میں ماہ رمضان کا روزہ تیسرا رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندوں کے رشتہ کو استوار کرنے، نفس انسانی کی بیجا خواہشات پر قابو پانے، بھلے کاموں کی طرف سبقت کا جذبہ پیدا کرنے اور دوسروں کے دکھ درد کا احساس دلانے میں اس عبادت کو غیر معمولی دخل ہے، خالق کائنات نے سال میں ایک ماہ کا روزہ فرض کر کے ایک ایسی تربیت کا انتظام فرمایا ہے جس کی صحیح طور پر تکمیل ایک مسلمان کی دنیوی واخروی فلاح وبہبود کی ضامن ہے اور اس کے دور رس اثرات ونتائج کا کھلے طور پر اعتراف کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ اسلام کا نظام عبادت ہر پہلو سے مکمل اور اعلیٰ ترین مقاصد کا حامل ہے۔

اسلام میں روزہ کی اہمیت وفضیلت ہی کے پیش نظر علمار کرام نے ہر دور میں اس سے متعلق احکام ومسائل کی تحقیق وتنقیح پر توجہ دی ہے اور عوام کو صحیح احکام بتلائے ہیں۔

جامعہ سلفیہ بنارس نے اپنے تبلیغی پروگرام میں طے کیا ہے کہ عقائد وعبادات اور اخلاق ومعاملات سے متعلق کتاب وسنت کی صحیح

تعلیمات کو عوام کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وہ ان پر عمل کر کے سچے اور مخلص مسلمان بن سکیں اور مذہبی معاملات میں پھیلی ہوئی گمراہیوں سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔

خدا کا شکر ہے کہ دین بیزاری اور مادہ پرستی کے اس دور میں بھی مسلمانوں کی کثیر تعداد دینی لٹریچر کی طلبگار نظر آتی ہے اور یہ خواہش رکھتی ہے کہ اسے احکام و مسائل کی صحیح صورت معلوم ہو۔

عوام کی اسی خواہش کی تکمیل اور اسلامی عبادات کی صحیح ادائیگی پر توجہ کے باعث جامعہ نے محقق عصر فخر جماعت شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی حفظہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ روزہ کے احکام و مسائل سے متعلق اپنے گرانقدر مقالہ کو مزید توضیح و اضافہ کے بعد اشاعت کے لئے مرحمت فرمائیں تاکہ اس اہم عبادت کے صحیح مسائل عوام کے سامنے آجائیں اور وہ کسی طرح کے ذہنی انتشار یا تردد و بے اطمینانی کا شکار نہ ہوں۔

ہم بجد ممنون ہیں کہ حضرۃ العلام شیخ الحدیث حفظہ اللہ نے اس درخواست کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے زیر نظر مقالہ برائے اشاعت مرحمت فرمایا، جزاہ اللہ عنا احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو اس رسالہ سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور جامعہ کے دیگر تبلیغی و اشاعتی منصوبوں کو بروئے کار لانے کے لئے اسباب مہیا فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(مقتدیٰ حسن ازہری)

جامعہ سلفیہ بنارس ۲۸ جون ۱۹۸۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

رمضان مبارک کے فضائل و احکام

روزے کی فرضیت پر عقلی دلائل اور فلسفیانہ حکمت و مصلحت سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے وہ فضائل اور منافع احکام اور مسائل مختصر طور پر ذکر کر دیں جو صحیح احادیث اور مستند آثار و اقوال سے ثابت ہیں۔

(۱) اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایۃ فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جھنم وسلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ (صحیحین)

جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے اور ایک روایت میں ہے کہ بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ جنت یا آسمان یا رحمت کے دروازوں کا

کھولنا اور اسی طرح دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا شیاطین کا زنجیروں میں جکڑ دیا جانا حقیقت ہے مجاز کو اس کے معنی پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بعض علماء نے مجاز پر محمول کرتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آسمان کے دروازوں کا کھولنا نزول رحمت سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازوں کے کھولنے سے اچھے اور نیک کاموں کی توفیق دینی مراد ہے اور دوزخ کے دروازوں کا بند کرنا کنایہ ہے روزہ داروں کا نفسانی خواہشوں کے دبانے کے باعث معاصی اور طغیانی سے خلاصی پانے سے۔ اسی کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ میں زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا روزہ رکھنا، راتوں میں قیام کرنا اور شیفتگان سنت نبویہ کا انوار الٰہی میں غوطہ زن ہونا اور ان کی دعاؤں کا اثر دوسروں تک پہنچنا ان کے نور کا پرتو دوسرے مسلمانوں پر پڑنا ان کی برکتوں سے تمام مسلمانوں کا مستفیض ہونا اور ہر مسلمان کا حسب توفیق و استعداد نیک اور اچھے عمل کرنا اور ہلاکت و تباہی میں ڈالنے والی برائیوں سے بچنا گویا ان پر جنت کے دروازوں کا کھول دینا اور دوزخ کے دروازوں کا بند کر دینا ہے۔ کیونکہ یہی چیزیں دوزخ سے بچا کر جنت میں لیجانے والی ہیں۔ اسی طرح جب قوت بہیمیہ دبا دی گئی اور اس کا اثر اور عمل ظاہر نہیں ہوا اور تمام مسلمان اچھے کاموں میں مشغول ہو گئے اور قوت ملکیہ کے آثار و اعمال کا ظہور ہوا تو سمجھنا چاہیئے کہ برائیوں پر برانگیختہ کرنے والے نیک کاموں سے باز رکھنے والے شیاطین قید کر دیئے گئے۔

(۲) من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما

تقدم من ذنبہ ۔

جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

ہر چھوٹے بڑے شرعی کام اور عبادت کی صحت اور مقبولیت کے لئے اخلاص نیت شرط ہے اسی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔

کل عمل بنی آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبع مائۃ ضعف قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک والصیام جنۃ الحدیث

انسان کے ہر ایک عمل کا دس گنا ثواب ملتا ہے اور یہ ثواب سات سو گنا تک بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزے کا حکم ثواب کے بارے میں جداگانہ ہے اس کا اجر و ثواب بے شمار ہے۔ بلکہ میرے ہی لئے روزہ رکھتا ہے۔ میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ شخص میری خاطر اپنی خواہش کی چیزوں اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشی ہے ایک طبعی افطار کے وقت دوسری خوشی جب اس کو خدا کا دیدار حاصل ہوگا۔ اس کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی بڑھ کر ہے اور روزہ برے کاموں اور عذاب الٰہی سے بچاؤ اور ڈھال ہے۔

افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو اس بابرکت اور مقدس مہینہ کو لہو ولعب

فسق وفجور عصیان وطغیان برائی اور بیحیائی غفلت اور بے پروائی میں گذار دیتے ہیں اور اس مبارک مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں کو ڈھونڈھنے کی کوشش نہیں کرتے ۔ کتنے مسلمان ہیں جو روزہ نہیں رکھتے اور اس سے بچنے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور بہانے ڈھونڈھتے ہیں ۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رمضان کا مہینہ دور کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے کے لئے مخصوص کر لیتے ہیں اور رمضان میں مسافر بن کر سارا مہینہ اسی سفر میں بغیر روزہ کے گذار دیتے ہیں اگر کوئی پوچھ بیٹھتا ہے تو سفر کا عذر پیش کر دیتے ہیں دنیا میں انسانوں کو دھوکا دینے کے لئے بیماری اور سفر کے بہانے کام آجائیں گے ۔ مگر خالق عالم ظاہر اور باطن دل اور زبان کی حالتوں سے آگاہ ہے اس کے سامنے کیا جواب دیں گے ؟ بڑے بڑے شہروں میں جہاں مختلف قسم کے کارخانے اور ملیں ہیں اور کالجوں یونیورسٹیوں میں ہزاروں نوجوان ایسے ملیں گے جو روزے نہیں رکھتے اور روزے رکھنے والوں کے ساتھ تمسخر اور مخول کرتے ہیں ۔ ایک وہ لوگ بھی تھے کہ سفر میں جہاد کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار کر دینے اور افطار کی رخصت واجازت ملنے کے بعد بھی روزہ چھوڑنے میں تردد کرتے تھے ۔ اسلامی شعائر اور دینی فرائض سے محبت وشیفتگی اور بعد ونفرت کے دونوں دور پر نظر ڈالئے کس قدر عبرت خیز ہے انہی فرائض وواجبات کی محبت واتباع نے ان کو بام عروج تک پہنچایا اور آج ان کی تعمیل کو تضیع اوقات اور تکلیف مالا یطاق سمجھ کر ترقی سے مانع سمجھا جاتا ہے لیکن باوجود چھوڑ دینے کے اسی ذلت اور پستی غلامی وعبودیت میں گھرے ہوئے ہیں بلکہ بدترین اور دوسروں کی نظروں میں ذلیل انسان

بنے ہوئے ہیں۔ اللھم ارحم وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔

رمضان مہینہ کی ابتدا اور انتہا میں رویت ہلال کا اعتبار

کا مہینہ ہو یا کوئی دوسرا مہینہ، سال کے تمام مہینوں کی ابتدا اور انتہا میں نیا چاند نکلنے اور دیکھے جانے کا اعتبار ہے۔ جنتری اور کلنڈر اور فلکی حساب کا قطعاً اعتبار نہیں ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ صوموا الرویتہ وافطروا الرویتہ (صحیحین)

رویت ہلال کی شہادت

رمضان کے چاند کی رویت کے ثبوت کے لئے ایک معتبر مسلمان کی گواہی کافی ہے۔

عن ابن عباس رضی قال: جاء أعرابي الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: انی رأیت الھلال یعنی ھلال رمضان. فقال: أتشهد أن لا اله الا الله؟ قال: نعم. قال: أتشهد أن محمداً رسول الله؟ قال: نعم. قال: فقال: يا بلال! أذن في الناس: صوموا غدا۔ (سنن اربعہ)

عن ابن عمر رض. قال: تراءى الناس الهلال: فاخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم أني رأيته، فصام وأمر الناس بصيامه. (سنن اربعہ)

علامہ شوکانی ان دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں: الحدیثان یدلان علی أنها تقبل شهادة الواحد في دخول رمضان۔

(نیل الاوطار)

عید الفطر اور ذی الحجہ کے مہینوں کی ابتدا کے لئے دو معتبر مسلمان مردوں یا ایک مسلمان مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال: اختلف الناس في آخر يوم من شهر رمضان فقدم أعرابيان فشهدا عند النبي صلى الله عليه وسلم بالله لأهلا الهلال أمس عشية. فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس أن يفطروا. وزاد في رواية وأن يغدوا إلى المصلى. (مسند احمد، ابوداود)

عن أبي مالك الأشجعي ثنا حسين بن حارث الجدلي أن أمير مكة خطب ثم قال عهد إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن ننسك للرؤية، فإن لم نره وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما الخ (ابوداود)

قال النووي: لا تجوز شهادة عدل واحد على هلال شوال عند جميع العلماء إلا أبا ثور.

دوسرے مقام کی رویت کی خبر کا حکم

کسی مقام میں رمضان یا شوال کا چاند دیکھا گیا تو اس مقام رویت سے دور مشرق میں واقع دوسرے مقام والوں کے لئے ان کی رویت اسوقت معتبر ہوگی جبکہ ان دوسرے مقامات کے مطالع، مقام رویت کے مطلع سے مختلف نہ ہوں۔ موضع رویت سے دور مشرق میں

واقع بلاد وامصار کے حق میں مغربی مقام کی رویت کے اعتبار وعدم اعتبار کے معاملہ میں اتحاد واختلاف مطالع کا لحاظ ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں شام (جو مدینہ سے شمالی مغرب میں واقع ہے) کی رویت کا اعتبار بظاہر اس لئے نہیں کیا تھا کہ مدینہ کا مطلع شام کے مطلع سے مختلف ہے۔

"لکل اھل بلد رؤیتھم" یہ نہ تو حدیث مرفوع ہے نہ کسی صحابی کا قول، بلکہ کسی فقیہ کا قول ہے، اس لئے حدیث مذکور کے مقابلہ میں قابل التفات نہیں۔

بعض علماء فلکیات کا کہنا ہے کہ مطلع پانچ سو میل کے قریب کی مسافت پر مختلف ہو جاتا ہے۔ بنابریں ہندوستان کے کسی مغربی مقام کی رویت اوس کے مشرقی حصہ مثلاً مشرقی بہار و بنگال کے حق میں معتبر نہیں ہوگی۔

تار، ٹیلی فون، خط اور ریڈیو کے ذریعہ چاند کی خبر کا حکم

تار، لاسلکی (وائرلیس)، ٹیلی فون، خطوط، ریڈیو، بلاشبہ خبر رسانی کے ذرائع ہیں اور دنیا ان پر اعتماد کرتی ہے۔ لیکن ان کا معاملہ شک وشبہ سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے ایک خالص دینی و شرعی معاملہ اور مسئلہ میں ان ان ذرائع سے آئی ہوئی خبر رویت پر مطلقاً اعتماد اور ان کے اعتبار کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔ تار، ٹیلی فون، اور خط کی خبر صرف اس وقت معتبر ہوگی جبکہ خاص انتظام کے تحت متعدد مقامات رویت سے متعدد تار یا ٹیلی فون یا خطوط آئیں۔ اور جن کو ٹیلی فون کیا گیا ہو یا خطوط لکھے گئے ہوں وہ لوگ ان ٹیلی فون کرنے والوں کی آوازیں اور خط لکھنے والوں کے رسم خط کو پہچانتے ہوں، جن کی بنا پر مستند علماء

کو ان خبروں کی صحت کا ظن غالب حاصل ہو جائے۔

ریڈیو کی خبر کے معاملہ میں حسب ذیل امور پر نظر رکھنی ضروری ہے۔

۱- ریڈیو کی اجمالی خبر کہ فلاں شہر یا فلاں مقام میں چاند دیکھا گیا۔ کل روزہ رکھا جائے گا یا عید منائی جائے گی مطلقاً قابل قبول نہیں ہے اور اس طرح کی خبر پر صوم یا افطار درست نہیں ہے۔ اسی طرح ایک مقام کی خبر کے بارے میں مختلف شہروں کے ریڈیو اسٹیشنوں کا اعلان بھی قابل قبول نہیں ہے۔

۲- ریڈیو سے رویت ہلال کا اعلان خبر ہے۔ شہادت اصطلاحی نہیں ہے اس لئے اس میں شہادت مصطلحہ کے شرائط اور قیود کا لحاظ و اعتبار نہیں ہوگا۔

۳- ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار کا حکم دیا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ تفصیلی ہو اور ذمہ دار علماء کی جماعت کی طرف سے ہو یا کم از کم اس جماعت کی ذمہ داری کے حوالہ سے ہو کہ انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ مثلاً کوئی متدین مسلمان ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان کرے کہ ہمارے شہر کی فلاں ذمہ دار رویت ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت یا امیر شریعت یا مفتی (بتصریح نام قاضی یا امیر یا مفتی یا ارکان کمیٹی یا علماء) نے شرعی ثبوت کے بعد یہ اعلان کرایا ہے۔ اس طرح کی صراحت و تفصیل کے ساتھ اعلان پر صوم اور افطار یعنی عید منانا درست ہوگا۔ ایسا اعلان اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ

رویت ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت یا امیر شریعت یا مفتی کا ریڈیو کے محکمہ کے ذمہ داروں سے باقاعدہ رابطہ قائم ہو۔

ریڈیو پر اعلان کرنے والا اگر کوئی متدین مسلمان نہ ہو بلکہ ریڈیو کا غیر مسلم ملازم ہو اور وہ کسی ذمہ دار رویت ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بصراحت نام) کے فیصلہ کا اعلان بتفصیل بالا کرے تو یہ خبر بھی قابل تسلیم و قبول ہوگی اور اوس پر اعتماد کر کے صوم اور افطار کا حکم درست ہوگا جس طرح توپ، نقارہ کی آواز اور ڈھنڈورچی کے اعلان پر فقہاء نے صوم اور افطار صوم جائز قرار دیا ہے۔ مگر واضح رہے کہ ریڈیو کی خبر سن کر ہر شخص کو بطور خود فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ وہ مشتہرہ خبر کی شرعی حیثیت کو نہیں سمجھ سکے گا، اس لئے سننے والوں کا فرض ہوگا کہ وہ اس معاملہ میں بھی اپنے یہاں کے ذمہ دار علماء کی طرف رجوع کریں، اور ان کے فیصلہ پر عمل کریں، یہ مسئلہ اور معاملہ شرعًا انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے۔

ریڈیو سے بصورت مذکورہ ع۳ جس مقام کی رویت کا اعلان ہوا اوس مقام رویت سے دور مشرق میں واقع اونہیں مقامات میں اس رویت کا اعتبار اور اس پر عمل ہوگا جن کے مطالع مقام رویت کے مطلع سے مختلف نہ ہوں بلکہ ایک ہوں یعنی ان کے یہاں کے افق پر بھی اوسی شب میں چاند طلوع ہوتا ہو مگر ابر یا گرد و غبار یا کسی اور وجہ سے نظر نہ آیا ہو۔

صوم، افطار، عید قربان، حج وغیرہ خالص دینی و شرعی مسائل ہیں ان کو

دنیاوی معاملات، سیاسی خبروں یا عام خبروں اور غیر اسلامی حکومتوں کے کاروبار پر قیاس کرنا قطعاً غلط بات ہے۔ حکومتیں اپنے مفاد کے لئے اپنے اپنے ریڈیو اسٹیشنوں سے جس قسم کے غلط اور صحیح پروپیگنڈے کا کام لیتی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں صوم و افطار صوم وغیرہ دینی معاملات میں ریڈیو کی خبر و اعلان کے اعتبار کے لئے بعض مذکورہ و متعینہ قیود و حدود کا اعتبار و لحاظ ضروری ہے۔

مشکوک دن میں روزے کا حکم

شعبان کی تیسویں رات کو غبار یا بادل کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے اور نہ دوسرے مقام سے چاند دیکھے جانے کی معتبر اطلاع آئے تو وہ رات شعبان کی ہوگی اور اس سے اگلا دن شعبان کا سمجھا جائے گا اور اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا فرمایا فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین (صحیحین) پس غبار یا ابر کی وجہ سے چاند نہ دیکھنے کی صورت میں یہ خیال کر کے روزہ رکھنا کہ اگر کہیں سے چاند کی تحقیق ہو گئی تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائے گا ورنہ نفل ہوگا غلط اور باطل ہے۔ عمار بن یاسر رضی صحابی فرماتے ہیں جس نے شک کے دن میں روزہ رکھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

حاصل یہ ہے کہ شعبان کی آخری تاریخ مشکوک ہو تو اس میں روزہ نہ رکھا جائے اور اس کو رمضان میں نہ شمار کیا جائے۔ چاند کو چھوٹا بڑا دیکھ کر بھی شک نہیں کرنا چاہئے بلکہ جس ~~روز~~ چاند دیکھا گیا ہے اسی دن کا سمجھنا چاہئے اسی طرح

رمضان کے استقبال میں چاند دیکھنے سے پہلے ایک یا دو روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ہاں اگر کسی اور دنوں میں نفلی روزہ رکھنے کی عادت تھی۔ اتفاقاً نہ رکھ سکا یا کسی شخص کی ہر آخر ماہ میں نفلی روزے رکھنے کی عادت ہے تو ایسی صورت میں اجازت ہے کہ وہ آخری تاریخوں میں روزے رکھ لے۔

روزہ کی نیت کا حکم

ہر عبادت کی صحت کے لئے نیت شرعی شرط ہے پس روزہ کی صحت بھی نیت شرعی کے ساتھ مشروط ہے خواہ روزہ نفلی ہو یا فرضی رمضان کا ہو یا نذر کا، ادا ہو یا قضا۔ اور نفلی روزہ کے علاوہ ہر قسم کے روزے کے لئے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے نیت کر لینا ضروری ہے بخلاف نفلی روزے کے کہ اگر آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی نیت کر لی تو روزہ صحیح ہو جائے گا۔ والیہ ذھب الشافعی واحمد واسحاق وھو الراجح عند شیخنا کما صرح بہ فی شرح الترمذی من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام لہ۔ (ترمذی وغیرہ)

جس نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے صحیح اور راجح اس حدیث کا مرفوع ہونا ہے کما حققہ الشوکانی فی النیل وابن حزم فی المحلی یہ حدیث فرض اور نفل ہر قسم کے روزوں کو شامل ہے مگر نفلی روزہ اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتینی ویقول اعندک غداء فاقول لا فیقول انی صائم و فی روایۃ انی اذاً الصائم۔ یعنی حضرت میرے پاس آتے اور پوچھتے کیا صبح کا کھانا ہے؟ میں عرض کرتی نہیں آپ فرماتے میں روزہ رکھونگا۔

واما ماروی عن سلمۃ بن الاکوع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر رجلا من اسلم ان اذن فی الناس اذ فرض صوم عاشوراء الا کل من اکل فلیمسک ومن لم یاکل فلیصم اخرجہ البخاری وغیرہ فاجیب عنہ بانہ انما صحت النیۃ فی النہار لان الظاہر ان صوم عاشوراء انزلت فرضیتہ فی النہار فصار الرجوع الی اللیل غیر مقدور والنزاع فیما کان مقدورا فیخص الجواز بمثل ہذہ الصورۃ اعنی من ظہر لہ وجوب الصیام علیہ من النہار فتامل۔

ہر روزہ کے لئے نیت ضروری ہے صرف پہلی رات کی نیت تمام روزوں کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ اور نیت زبان سے لفظوں میں کہنے کی ضرورت نہیں ہے دل میں نیت کرلینا کافی ہے۔

سحری کھانے کی فضیلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تسحروا فان فی السحور برکۃ (صحیحین) سحری کھایا کرو۔ سحری کھانے میں برکت ہے۔

دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحر (مسلم) ہمارے روزہ اور اہل کتاب (عیسائی یہودی) کے روزہ کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے یعنی وہ بغیر سحری کھائے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

سحری کھانے کی فضیلت میں اور حدیثیں بھی آئی ہیں ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کھانا باعث خیر وبرکت ہے اس میں کیا شک ہے کہ سحری کھانے والے کو بہ نسبت سحری نہ کھانے والے کے بھوک اور پیاس کی تکلیف کم محسوس ہوتی ہے وہ زیادہ کمزور اور پریشان نہیں ہوتا۔ ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور نماز وغیرہ میں چست رہتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے روزہ اور یہودیوں عیسائیوں کے روزہ کے درمیان ما بہ الامتیاز چیز سحری ہے اس لئے سحری چھوڑنی نہیں چاہئے۔ کچھ نہیں تو ایک کھجور اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو ایک گھونٹ پانی ہی سحری کے وقت پی لینا چاہئے۔

سحری دیر کر کے کھانے کی مسنونیت اور فضیلت

آج کل عام طور پر لوگ اس ڈر سے کہ آخر شب میں بیدار نہ ہو سکیں گے اور اس صورت میں سارے گھر والے بغیر سحری روزہ رکھیں گے ایک یا دو بجے شب میں ہی سحری کھا لیا کرتے ہیں یا نصف رات کو سحری کا وقت سمجھ کر بھی بعض لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور جب مختلف غذاؤں سے اچھی طرح شکم پُر کر لیتے ہیں اور پان وغیرہ سے فارغ ہو کر سوتے ہیں تو کھانے کے نشہ میں خوب گہری اور

زبردست نیند آنے کے باعث فجر کی نماز اول وقت غلس میں تو ادا کر نا در کنار ہو لینا بعد آخر وقت میں بھی نہیں پڑھ سکتے کیونکہ آفتاب طلوع ہونے کے قریب بیدار ہوتے ہیں بلکہ اگر جھنجھوڑ کر نہ جگایا جائے تو ۸ – ۹ بجے تک سوتے رہیں گے ظاہر ہے کہ وہ ایسا کرنے کی صورت دوہرے نقصان اور خسارے میں مبتلا ہو جاتے ہیں فجر کی نماز یا تو قضا ہو جاتی ہے یا مکروہ وقت میں ادا کرتے ہیں اور سحری کا مسنون طریقہ اور وقت چھوڑ دیتے ہیں۔

سحری کا مسنون وقت اور طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے صبح کاذب میں یا صبح کاذب سے کچھ پہلے کھانا چاہیئے۔ حضرت زید بن ثابت رضؓ فرماتے ہیں۔ تسحرنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلوٰۃ قال کم کان قدر ذالک قال قدر خمسین آیۃ (ترمذی) یعنی آپ کی سحری اور فجر کی نماز کے درمیان فاصلہ پچاس آیت کے پڑھنے کے برابر ہوتا تھا۔

کس قدر افسوس ہے کہ جو لوگ اس سنت پر عمل کرتے ہیں یعنی سحری دیر کر کے کھاتے ہیں ان سے مذاق کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سحری دن میں کھاتے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ہاں سحری آخر شب میں کھانے والوں کو خیال رکھنا چاہیئے کہ چائے اور پان تمباکو میں مشغول رہ کر اس طرح بے خبر نہ ہو جائیں کہ صبح صادق طلوع ہو گئی ہو اور وہ اب تک اسی شغل میں منہمک ہوں۔

روزہ وقت ہوتے ہی فوراً افطار کردینا چاہیئے

جب سورج غروب ہوجائے اور مشرق سے سیاہی نمودار ہوجائے روزہ افطار کردینا چاہیئے اور بلاوجہ شک میں پڑکر دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ روزہ افطار کرنے کا یہی وقت ہے۔

اذا اقبل اللیل من ھھنا و ادبر النہار من ھھنا وغابت الشمس فقد افطر الصائم (صحیحین)

جب رات سامنے آئے (مشرق سے سیاہی نمودار ہوجائے) اور دن پیٹھ پھیرلے اور آفتاب غروب ہوجائے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آگیا (اب بلا تاخیر روزہ افطار کردینا چاہیئے) لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر۔ (صحیحین) لوگ جب تک افطار میں جلدی کریں گے بھلائی میں رہیں گے۔

حدیث قدسی میں ہے۔ احب عبادی الی اعجلھم فطرا یعنی سب بندوں سے پیارا مجھ کو وہ بندہ ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ یعنی آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کرڈالتا ہے اور دیر نہیں کرتا۔ جلدی کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے یا اس کے غروب ہونے میں شک اور تردد ہونے کے باوجود روزہ افطار کردیا جائے۔ غرض یہ ہے کہ افراط وتفریط سے بچنا چاہیئے۔

روزہ افطار کرنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلیٰ

رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (ابوداود) اے خدا تیرے ہی لئے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے سے افطار کیا۔

دوسری دعا۔ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ۔ (ابوداود) پیاس جاتی رہی رگیں تر ہو گئیں اور ثواب لازم و ثابت ہو گیا اگر خدا نے چاہا۔

روزہ کس چیز سے افطار کرنا چاہیئے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرنا افضل ہے اگر تر و تازہ نہ ملیں تو خشک کھجوروں سے افطار کیا جائے یہ بھی میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کیا جائے۔

عن انس کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات فان لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء (ترمذی ابوداود)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزا افطار فرماتے اگر تازہ نہ ملیں تو خشک سے افطار کرتے اگر خشک بھی نہ میسر ہوئیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

سلمان بن عامر صحابی فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی افطاری کے متعلق ارشاد فرمایا۔

اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانہ طہور (احمد، ابوداود و ترمذی ابن ماجہ)

جب کوئی روزہ افطار کرنا چاہے تو کھجور سے افطار کرے کہ وہ باعث نفع وبرکت ہے اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کہ وہ طاہر اور مطہر ہے۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب

کسی دوسرے روزہ دار کا روزہ کھلوانا بڑے ثواب کا کام ہے پس دوست واحباب خویش واقارب کے روزہ افطار کرانے کے ساتھ فقرا مساکین اور بیوہ عورتوں کے یہاں ونیز مساجد میں افطاری بھیج کر ثواب اخروی حاصل کرنے میں سبقت کرنی چاہیئے۔ آنحضور ؐ فرماتے ہیں۔ من فطر صائما اوجھز غازیا فلہ اجر مثلہ (بیہقی) جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا اس کو بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا۔ ایک لمبی حدیث میں ہے۔

من فطر صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ وعتق رقبۃ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینتقص من اجرہ شئ قلنا یا رسول اللہ لیس کلنا نجد ما نفطر بہ الصائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائما علی مَذقۃ لبن اوتمرۃ اوشربۃ من ماء ومن اشبع صائما سقاہ اللہ من حوضی شربۃ لا یَظمأ حتی یدخل الجنۃ الحدیث (بیہقی)

جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ دوزخ سے آزاد ہو جائیگا اور اس کو روزہ دار

کے برابر اجر ملے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی واقع ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم میں کا ہر شخص ایسا نہیں ہے جو روزہ افطار کرا سکے آپ نے فرمایا یہ اجر اللہ پاک ہر اس شخص کو دے گا جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرادے اور جس کسی نے کسی روزہ دار کو خوب آسودہ اور سیر کردیا اللہ پاک اس کو میرے حوض کوثر سے اتنا پلائے گا کہ وہ پیاسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔

روزہ میں کون سے امور جائز ہیں اور کن امور سے روزہ نہیں ٹوٹتا

تر[۱] یا خشک مسواک دن کے کسی حصہ میں بھی کرنا۔ سرمہ[۲] لگانا اور آنکھ میں دوا ڈالنی۔ سر[۳] یا بدن میں تیل ملنا۔ خوشبو[۴] لگانا۔ تہ[۵] بر کپڑا تر کرکے رکھنا۔ فصد[۶] لینا۔ پچھنا لگوانا بشرطیکہ کمزوری کا خوف نہ ہو۔ انجکشن[۷] لگوانا جو قوت اور غذا کا کام نہ دے۔ ضرورت[۸] کے وقت ہنڈیا کا نمک چکھ کر فوراً تھوک دینا اور کلی کرنا۔ صبح[۹] صادق کے بعد جنابت کا غسل کرنا۔ مرد[۱۰] کا بیوی سے صرف بوس وکنار کرنا بشرطیکہ اپنے کو قابو میں رکھ سکتا ہو اور جماع واقع ہو جانے کا خوف نہ ہو۔ دن[۱۱] میں احتلام ہو جانا۔ عورت[۱۲] کو دیکھ کر انزال ہو جانا۔ خود[۱۳] بخود قے آجانا خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ تالاب[۱۴] وغیرہ میں غسل کرنا بشرطیکہ غوطہ لگانے کی صورت میں ناک یا منہ کے ذریعہ حلق کے اندر پانی نہ جائے۔ ناک[۱۵] میں پانی ڈالنا بغیر مبالغہ کے۔ ناک[۱۶] کے رینٹھ

کا اندر ہی اندر حلق کے راستہ اندر چلا جانا۔ [۱۷] کلی کرنا بشرطیکہ مبالغہ نہ کرے۔ [۱۸] کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی تری کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا۔ [۱۹] مکھی کا حلق میں چلا جانا۔ [۲۰] استنشاق بلا مبالغہ کی صورت میں بغیر قصد و ارادہ پانی کا ناک سے حلق کے اندر اتر جانا۔ [۲۱] منہ میں جمع شدہ تھوک کو پی جانا مگر ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔ [۲۲] مسوڑھے کے خون کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا۔ [۲۳] کلی کرتے وقت بلا قصد و ارادہ پانی کا حلق میں اتر جانا۔ [۲۴] ذکر میں پچکاری کے ذریعہ دوا وغیرہ داخل کرنا۔ [۲۵] عورت سے بوس و کنار کی صورت میں انزال ہو جانا۔ [۲۶] بھول کر کھا پی لینا اور بیوی سے صحبت کر لینا۔

(۱) من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ (صحیحین) جو روزہ دار بھول کر کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے اللہ نے اس کو کھلایا پلایا ہے یعنی بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور نہ اس کی قضا دینی ہوگی۔

(۲) من افطر فی شھر رمضان ناسیا فلا قضاء علیہ ولا کفارۃ (ابن خزیمۃ حاکم ابن حبان) جس نے رمضان کے مہینہ میں بھول کر افطار کر دیا اس کے ذمہ نہ قضا ہے نہ کفارہ مگر بھول کر جماع یا کھا۔ کی صورت میں جب یاد آجائے فوراً چھوڑ دینا چاہیئے۔

[۲۷] غبار دھوئیں یا آٹے کا اڑ کر حلق کے اندر چلا جانا۔ [۲۸] مونچھوں میں تیل لگانا۔ [۲۹] کان میں تیل یا پانی ڈالنا اور سلائی داخل کرنا۔ [۳۰] دانت میں اٹکے ہوئے گوشت یا کھانے کا جو محسوس نہ ہو اور منتشر ہو کر رہ جائے حلق کے اندر

چلا جانا۔

روزہ جن امور سے ٹوٹ جاتا ہے

دانستہ قصداً کھانا پینا خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ دانستہ جماع کرنا۔ قصداً قے کرنا تھوڑی ہو یا نہ یادہ حقہ بیڑی۔ سگریٹ پینا۔ پان کھانا۔ مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی یا دوا چڑھانا یہاں تک کہ حلق کے نیچے اتر جائے۔ کھانا پینا یا جماع کرنا رات سمجھ کر یا یہ خیال کر کے کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔ منہ کے علاوہ کسی زخم کے راستہ سے نلکی کے ذریعہ غذا یا دوا پہنچانی۔ حقنہ کرنا۔ ان سب صورتوں میں ٹوٹے ہوئے روزہ کی قضا رکھنی ضروری ہے اور دانستہ بیوی سے صحبت (جماع) کر لینے کی صورت میں قضا کے ساتھ کفارہ دینا بھی ضروری ہے۔ کفارہ ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے۔ اگر اس کی قدرت نہ ہو تو پے در پے ساٹھ روزہ رکھے۔ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

بیمار۔ مسافر۔ حاملہ۔ مرضعہ کیلئے شرعی رخصت

اگر مسافر بیمار۔ حاملہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہو اور دودھ پلانے والی عورت کے دودھ خشک ہونے کا خوف ہو تو ان لوگوں کے لئے شریعت کی طرف سے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں بلکہ مسافر کے لئے اس صورت میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط

بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ہے کہ روزے نہ رکھیں لیکن اس کے بعد ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی ہوگی۔ ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوٰۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی (ابوداود۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ) اللہ نے مسافر کو قصر کی اجازت دی ہے اور مسافر، حاملہ، مرضعہ کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دے دی ہے۔

اگر سفر میں تکلیف نہ ہو اور بیماری، حمل، دودھ پلانے کی حالتوں میں روزہ رکھنے سے ضرر اور مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ اور جس طرح مسافر یا بیمار کو قضا دینی ہوتی ہے۔ اسی طرح حاملہ کو وضع حمل کے بعد جب روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور مرضعہ کو جب دودھ خشک ہونے کا خوف جاتا رہے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی چاہئے۔ قال شیخنا رحمہ اللہ فی شرح الترمذی الظاہر انہما (الحامل والمرضعۃ) فی حکم المریض فیلزمہما القضاء۔

میت کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء

اگر مریض کو رمضان کے بعد صحت ہوگئی۔ یا مرض میں اتنی تخفیف ہوگئی کہ وہ روزہ رکھ سکے۔ لیکن اس نے قضا نہیں رکھی پھر بیمار ہو کر مرگیا۔ یا مسافر کو سفر ختم ہو جانے کے بعد روزہ کی قضا کا موقع ملا لیکن اوس نے قضا نہیں رکھی اور قضاء سے پہلے کسی بیماری یا حادثہ میں انتقال کر گیا تو ان دونوں کے چھوٹے ہوئے روزوں

کی قضا ان کے اولیاء کے ذمہ ضروری ہے۔ ارشاد ہے۔

مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ (صحیحین) چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ دینے کے بارے میں جو روایت ذکر کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اگر رمضان کے بعد مریض کی بیماری یا مسافر کا سفر قائم رہا اور ان کو قضا کا موقع نہیں ملا اور اسی بیماری یا اسی سفر میں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے اولیاء کے ذمہ ان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا نہیں ہے اور نہ فدیہ ہی ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں۔ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ مِنْ رَمَضَانَ لَمْ يَخْلُ مِنْ حَالَيْنِ: أحدهما أَنْ يَّمُوْتَ قَبْلَ إِمْكَانِ الصِّيَامِ إِمَّا لِضِيْقِ الْوَقْتِ أَوْلِعُذْرٍ مِنْ مَرَضٍ أَوْسَفَرٍ أَوْ عَجْزٍ عَنِ الصَّوْمِ فَهٰذَا لَاشَيْئَ عَلَيْهِ فِي قول اكثر أَهْلِ الْعِلْم ...... لانه حقٌّ لِلّٰه تعالیٰ وَجَبَ بِالشرعِ مَاتَ مَنْ يَّجِبُ عَلَيْهِ قَبْلَ إِمْكَانِ فِعْلِه فسقط إلى غَيْرِ بَدَلٍ كالحج ...... الحال الثانی أَنْ يَّمُوْتَ بَعْدَ إِمْكَانِ الْقَضَاءِ فَالْوَاجِبُ أَنْ يُّطْعَمَ عَنْهُ لِكُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ. وهذا قول اكثر اهل العلم، وقال ابو ثور يصام عنه وهو قول الشافعی لماروت عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من مات وعليه صيام صام عنه وليه متفق عليه (المغنی ج ۳ ص ۱۴۲، ۱۴۳) اور لکھتے ہیں لو ترکہ لمرض اتصل به الموت لم يجب عليه شیٔ (المغنی ج ۳ ص ۱۴۱) اور امام نووی لکھتے ہیں من فاته صوم يوم من رمضان ومات قبل قضاءه فله حالان: احدهما ان يموت بعد تمكنه

من القضاء سواء ترك الاداء بعذر ام بغيره فلا بد من تداركه بعد موته ۔ ۔ ۔ الحال الثانی ان یکون موته قبل التمکن من القضاء بأن لا یزال مریضا او مسافرا من أول شوال حتی یموت فلا شیٔ فی ترکته ولا علی ورثته (روضة الطالبین جلد ۲ ص۳۸۱ ص۳۸۲) اور امام بیہقی سنن کبری جلد ۴ ص۲۵۳ میں لکھتے ہیں۔ باب المریض یفطر ثم لم یصح حتی مات فلا یکون علیه شیٔ۔ روی ذلك عن ابن عباس۔ وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا أمرتکم بامر فاتوا منه ما استطعتم۔

بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کیلئے شرعی رخصت

بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں یا روزہ رکھنے کی صورت میں انتہائی کمزوری ہو جانے کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو توان کے لئے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیا کریں۔ آیت

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ھی للشیخ الکبیر والمرأة الکبیرة لا یستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینا۔ (بخاری)

روزے کا ثمرہ اور مقصد

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

مسلمانو! جس طرح تم سے پہلی قوموں پر روزے فرض کئے گئے تھے اسی طرح تم پر فرض کئے گئے۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون ۔

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور جو ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی دلیل ہے پس جو اس مہینہ میں زندہ رہے وہ روزے رکھے جو بیمار یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے اور دنوں میں روزے رکھے خدا تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو اور تاکہ تم خدا کی ہدایت پر اس کی بڑائی کرو اور شکر ادا کرو۔

قرآن پاک نے روزہ کے حکم کے موقعہ پر ہم کو روزے کے تین نتیجے بتائے ہیں اتقاء۔ تکبیر۔ شکر۔ انسانی کاموں کا حقیقی وجود ان کے نتیجوں اور ثمروں کا وجود ہے اگر نتیجہ اور ثمرہ ظاہر نہیں ہوا تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ کام بھی نہیں ہوا اگر بیمار

کو حکیم نے دوا دی لیکن جس فائدے کے لئے دی تھی وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو سمجھنا چاہئے کہ حکیم نے دوا نہیں دی اور نہ بیمار نے دوا استعمال کی۔ اسی طرح روزہ کو ہمارا روحانی علاج سمجھنا چاہئے پس اگر روزہ سے روحانی شفا یعنی تقویٰ، تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل، حمد و ثنا وغیرہ نہ حاصل ہو تو حقیقت میں وہ روزہ نہیں ہے بلکہ فاقہ ہے اور ایسا روزہ دار فاقہ کش ہے جس کو بھوک پیاس کی تکلیف کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ خدا کے نزدیک ایسے روزہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

کم من صائم لیس من صیامہ الا الظمأ وکم من قائم لیس من قیامہ الا السھر (دارمی) کتنے روزے دار ہیں جن کو بجز تشنگی کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گذار ہیں جن کے تہجد سے بجز بیداری کچھ فائدہ نہیں۔

روزے کا پہلا ثمرہ اتقا بتایا گیا ہے جس کے معنی اصطلاح شرع میں ہر قسم کی جسمانی نفسانی دنیاوی لذائذ اور خواہشات سے جسم اور روح کو محفوظ رکھنے کے ہیں اور یہی روزہ کی حقیقت ہے۔ جس کے ساتھ تکبیر، حمد و ثنا بھی ہونا چاہئے ہم خیال کرتے ہیں کہ گناہ کے ارتکاب، نفسانی خواہش کی پیروی عصیان و طغیان سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر یاد رکھنا چاہئے دل اور روح کا روزہ ضرور ٹوٹ جاتا ہے اور جب روح و قلب کا روزہ باقی نہیں رہا تو محض جسم کا روزہ بے سود اور غیر مفید ہے۔

الصائم فی عبادۃ من حین یصبح الی ان یمسی مالم

یغتب فاذا اغتاب خرق صومه (دیلمی) روزہ دار صبح سے شام تک خدا کی عبادت میں رہتا ہے جب تک کسی کی غیبت نہ کرے جب وہ غیبت کرتا ہے تو اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے برے اور بیہودہ کام لغو باتیں، سرکشی نفس، روزہ کے منافی نہیں ہیں۔ لیکن یہ خیال جھوٹا اور غلط ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لیس الصیام من الاکل والشرب انما الصیام من اللغو والرفث (حاکم، بیہقی) روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقت میں برے اور لغو کام سے بچنے کا نام ہے۔

ہمارے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم جھوٹی باتوں بُرے عملوں کو روزہ کی صحت کے لئے مضر نہیں خیال کرتے حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس للہ حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه (بخاری وغیرہ) جو شخص روزے کی حالت میں بھی کذب وزور اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں کہ اس کے لئے روزہ دار اپنا کھانا پینا چھوڑ دے

پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ روزہ دار حقیقت میں نیکی اور بھلائی کا مجسمہ ہوتا ہے نہ تو وہ کسی کی غیبت کرتا ہے نہ لغو بیہودہ عمل کرتا ہے نہ کذب وزور اور جہالت کے کاموں میں اپنے کو ملوث کرتا ہے نہ نفسانی خواہش کی اتباع کرتا ہے بلکہ برائی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتا ہے اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد او قاتله فلیقل انی

امرؤٌ صائم۔ (بخاری وغیرہ) تم میں سے جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بدگوئی کرے نہ شور وغل کرے اگر کوئی اس کو برا کہے یا اس سے آمادۂ پیکار ہو تو کہہ دے میں روزے سے ہوں۔

ماہ رمضان میں نیک کاموں کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے

من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ۔ جس شخص نے رمضان میں ایک نیک نفلی کام کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی چاہی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ماسوا رمضان میں ستّر فریضے ادا کئے۔

معلوم ہوا کہ اس مقدس اور بابرکت مہینے میں ایک نیک اور اچھے کام کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے خواہ نفلی ہو یا فرض۔ پس قرآن کی تلاوت، تسبیح وتقدیس، تکبیر وتہلیل، حمد وشکر، تراویح اور دوسرے نیک کاموں میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ اس مبارک مہینے میں دل کھول کر صدقات وخیرات کرنا چاہیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت تیز وتند ہوا سے بھی زیادہ ہو جایا کرتی تھی اسی لئے آپ نے اس مہینہ کو شہر المواساۃ (ایک دوسرے کی غمخواری اور مدد کرنے کا مہینہ) بتایا ہے۔ ہمارا سالانہ فرض دو ہے۔ ایک جسمانی اور ایک مالی۔ فریضہ مالی (زکوٰۃ) اگرچہ کسی وقت کے ساتھ محدود اور مخصوص نہیں

ہے مگر جب رمضان میں ایک فرض کی ادائے گی سے ستر فریضہ کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے تو ادائیگی زکوٰۃ (فریضہ مالی) کے لئے رمضان سے بڑھ کر دوسرا کون سا وقت ہوگا۔

تراویح یا تہجد یا قیام رمضان

تراویح، تہجد، قیام رمضان تینوں ایک چیز ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے آپ نے آخر دہے کی تین راتوں میں ہمارے ساتھ (تراویح کی) نماز (قیام لیل) اس طرح پڑھائی۔ پہلی رات میں اول شب میں ادا کی یہانتک کہ تہائی رات گذر گئی اور دوسری رات میں نصف شب تک پڑھائی ہم نے بقیہ نصف شب میں بھی پڑھنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قیام کیا اس نے پوری شب کا قیام کیا۔ تیسری رات میں آپ نے آخر شب میں گھر والوں کو جمع کیا۔ اور سب کے ساتھ نماز (تراویح) پڑھی۔ یہاں تک کہ ہم کو ڈر ہوا کہ سحری کا وقت ختم نہ ہو جائے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے تراویح کو رات کے تینوں حصوں میں ادا فرمایا ہے اور اس کا وقت عشاء کے بعد سے آخر رات تک اپنے عمل کے ذریعہ بتادیا اب تہجد کے لئے کونسا وقت باقی رہا پس تراویح اور تہجد کے ایک ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

"العرف الشذی" (تقریر ترمذی از مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی)

یں ہے لا مناص من ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیة

لم یثبت فی روایة من الروایات انہ علیہ السلام صلی

التراویح والتہجد علیحدة فی رمضان الخ

یعنی اس بات کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ی نماز تراویح آٹھ رکعت تھی اور کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضور لی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھا۔ تراویح یا تہجد کا ماعت کے ساتھ یا تنہا مسجد میں یا گھر میں آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں والتی تنامون عنہا افضل من لتی تقومون تراویح آخر رات میں پڑھنا جس میں تم سو جاتے ہو اول ات میں پڑھنے سے افضل ہے مگر اس غفلت، حیلہ سازی، بہانہ جوئی، عذر تراشی کے زمانہ میں مسجد میں اول رات میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کی جائے ورنہ کثر لوگ اس سے غافل ہو کر چھوڑ بیٹھیں گے اور کبھی پورے قرآن کی تلاوت تو در کنار اس کا سماع بھی نصیب نہیں ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تراویح باجماعت مسجد میں اول شب میں ہوا کرتی تھی اور آپ نے بھی تین راتوں میں سے پہلی رات میں اول شب میں ادا فرمائی تھی۔

تعداد رکعات تراویح تراویح کے بارے میں سلف کے مختلف اقوال ہیں۔ چالیس[۴۰] چھتیس[۳۶]۔ چونتیس[۳۴]۔ اٹھائیس[۲۸]۔ چوبیس[۲۴]۔ اڑتیس[۲۳]۔ بیس[۲۰]۔ آٹھ[۸]

ان اقوال کو عینی وغیرہ نے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ ان مختلف اقوال سے اس دعویٰ کی حقیقت واضح ہوگئی کہ بیس رکعت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اجماع ہو گیا تھا ان اقوال مختلفہ میں پچھلا قول یعنی آٹھ رکعت اور وتر کو شامل کر کے کل گیارہ رکعت یہی صحیح ہے اور سنت کے مطابق اور اس کے علاوہ کوئی قول سنت کے موافق نہیں ہے، ہاں اگر کوئی آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے چاہے بیس پڑھے یا چوبیس یا اٹھائیس یا چونتیس، یا چالیس یا چھتیس آٹھ کے بعد سب تعداد برابر ہے۔ بیس کی کوئی خصوصیت نہیں ہے جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے اور نہ یہ سنت عمری ہے بلکہ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں کل گیارہ ہی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

دلائل گیارہ رکعت تراویح مع وتر

(۱) عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سأل عائشة كيف كانت صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فی رمضان فقالت ما كان يزيد فی رمضان ولا فی غيره على احدى عشرة ركعة (صحيحين) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں تراویح (تہجد) گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔

(۲) عن جابر قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فی شهر رمضان ثمان ركعات وأوتر۔ (طبرانی۔ محمد بن نصر۔ ابن خزيمة۔ ابن حبان) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

ہم کو رمضان کے مہینہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھائی پھر وتر پڑھا۔

(۳) عن جابر انہ قال جاء ابی بن کعب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انہ کان منی اللیلۃ شئ قال وماذاک یا اُبَی قال نسوۃ فی داری قلن انا لانقرأ القرآن فنصلی بصلوتک قال فصلیت بھن ثمان رکعات واوترت فکانت سنۃ الرضا ولم یقل شیئاً (اخرجہ ابویعلی قال الھیثمی فی مجمع الزوائد اسنادہ حسن)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے رات ایک کام سرزد ہوگیا۔ فرمایا کیا ہوا؟ عرض کیا میرے گھر چند عورتوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھتیں یعنی زیادہ یاد نہیں رکھتیں۔ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں گی اور قرآن سنیں گی۔ پس میں نے ان کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائی اور وتر ادا کیا آپ خاموش رہے اور یہ سنت رضا ہوگئی۔

(۴) عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشر رکعۃ الحدیث (اخرجہ مالک فی الموطا وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبۃ قال النیموی فی آثار السنن: اسنادہ صحیح)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

بیس رکعت والی کوئی روایت اور اثر صحیح طور سے ثابت نہیں ہے۔ کما حققہ شیخنا فی شرح الترمذی فلیرجع الیہ من شاء، علامہ ابن الہمام حنفی اور مولانا عبدالحق دہلوی مولانا عبدالحی حنفی اور دیگر علمائے حنفیہ نے بھی بیس رکعت والی مرفوع روایت کو ضعیف بتایا ہے اور گیارہ رکعت کو سنت اور اصل قرار دیا ہے۔

لیلۃ القدر شب قدر وہ مبارک رات ہے جس میں خدا کا کلام نازل ہونا شروع ہوا۔ عزت وحرمت کی رات ہے جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے امن وسلامتی کی رات ہے جس میں عالم کے لئے امن وسلامتی کا پیغام اترا وہ برکت والی رات ہے جس میں برکات ربانی رحمتہائے آسمانی کی ہم پر سب سے پہلے بارش ہوئی۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ○ وما ادراک ما لیلۃ القدر ○ لیلۃ القدر خیر من الف شہر ○ تنزل الملئکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر ○ سلام ھی حتی مطلع الفجر ○

ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے وہ ہزار مہینہ سے بھی بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح الامین جبرئیلؑ اپنے رب کے حکم سے امن اور سلامتی لیکر اترتے ہیں جو طلوع فجر تک قائم رہتی ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین ۰
فیھا یفرق کل امر حکیم ۰ امرا من عندنا انا
کنا مرسلین ۰ رحمۃ من ربک انہ ھو السمیع
العلیم ۰ (قرآن کریم)

من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفرلہ
ماتقدم من ذنبہ (صحیحین)

جس نے شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے تراویح اور قیام کیا اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اس رات میں رحمت الٰہی کا طلبگار رہو اور رحیم و کریم کے سامنے سر نیاز جھکا دے اور خشوع خضوع سے یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ط اے اللہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے درگذر کرنے کو پسند کرتا ہے پس میرے گناہوں سے درگذر فرما۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا اگر میں شب قدر پاؤں تو کیا پڑھوں آپ نے ان کو یہی دعا سکھائی (احمد ترمذی ابن ماجہ)

شب قدر رمضان کے آخر عشرہ میں پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ رمضان کے آخر دہے کی راتوں میں خصوصیت اور غایت اہتمام کے ساتھ تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل، استغفار و ذکر الٰہی تلاوت قرآن، نفل نمازوں میں مشغول رہے اور طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار رات کی عبادت

سے بڑھ کر ہے۔

اعتکاف

عبادت الٰہی کی نیت سے مسجد میں اپنے کو مقید کرنا اعتکاف ہے اور یہ سنت موکدہ ہے۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الأواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ عزو جل ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ (صحیحین)

یعنی آپ ہمیشہ رمضان کے آخر دہے میں اعتکاف کیا کرتے تھے تاآنکہ اللہ نے آپ کو وفات دے دی آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی رہیں۔

اعتکاف کرنے والا چونکہ قرب الٰہی کی طلب میں اپنے کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کردیتا ہے اور دنیا کے تمام مشاغل سے دور ہوجاتا ہے اس لئے ان اشخاص کے مشابہ ہے جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے۔

لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایومرون. اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں۔ یسبحون اللیل والنہار لا یفترون۔ رات دن پاکی بیان کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور ذکر خدا میں مشغول رہتے ہیں۔ الذین اذا ذکروا بہا خروا سجدا وسبحوا

بحمد ربهم وهم لا يستكبرون تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا وطمعا ومما رزقنٰهم ينفقون ○ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ط ان کی حالت یہ ہے کہ جب آیات قرآنیہ کے ساتھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور حمد الٰہی کے ساتھ رب کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ان کے پہلو ان کی خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں امید و بیم کی حالت میں اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کی یاد سے خرید و فروخت ان کو غافل نہیں کرتی۔

عن عائشة ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل العشر الاواخر احیا اللیل وایقظ اهله وشد مئزره (صحیحین) وعنها قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یجتهد فی العشر الاواخر مالا یجتهد فی غیره (مسلم)

ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ جتنے دن چاہے اعتکاف کرسکتا ہے مگر رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے بس جو شخص پورے عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہتا ہو۔ بیسویں رمضان کو دن کے آخر حصہ میں آفتاب غروب ہونے سے کچھ پہلے مسجد میں پہنچ جائے۔ اور اکیسویں تاریخ کی رات مسجد میں گذارے اور مسجد کے جس گوشہ میں اس کے لئے اعتکاف کی جگہ متعین کی گئی ہے۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اس جائے

معینہ کو اعتکاف کے لئے اختیار کرلے۔

اعتکاف مرد عورت اور نابالغ بھی کرسکتے ہیں مگر عورت کو اپنے شوہر کی اجازت حاصل کرنی ضروری ہے اعتکاف اپنے شہر یا قصبہ کی جامع مسجد میں کرنا چاہیئے۔ وھو مختار شیخنا العلامۃ الاجل الشیخ عبد الرحمٰن المبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کما صرح بہ فی شرح الترمذی ۔ عورت بھی مسجد میں اعتکاف کرسکتی ہے (جیسا کہ ازواج مطہرات مسجد نبوی میں معتکف ہوئی تھیں) مگر اس کے لئے اس کے شوہر یا ذی محرم کی ضرورت ہے۔ زمانہ کے خراب اور پرفتن ہونے کی وجہ سے علمائے حنفیہ کے نزدیک عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے ان کے نزدیک اس کو اپنے گھر کی مسجد میں یا گھر کی کسی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا چاہیئے۔

کن امور سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا اور وہ جائز ہیں

مسجد گر جانے یا زبردستی مسجد سے نکال دیئے جانے یا جان و مال کے خوف سے مسجد سے باہر نکل جانا بشرطیکہ دوسری مسجد میں فوراً چلا جائے۔ مسجد میں کسی دوسرے کو ضرورت کے وقت خرید و فروخت کی ہدایت کرنا یا نکاح کرنا۔ عمدہ لباس پہننا۔ سر میں تیل لگانا۔ خوشبو استعمال کرنا۔ کوئی دوسرا کھانا لانے والا نہیں ہے اس لئے خود گھر جاکر کھانا لانا۔ پیشاب پاخانہ کے لئے قریب سے قریب جگہ جانا۔ غسل جنابت کے لئے مسجد سے باہر جانا۔ بعض

روایتوں سے جامع مسجد کے علاوہ دوسری ایسی مسجد میں جہاں جماعت کے ساتھ پنجگانہ نماز ہوتی ہو اعتکاف کرنے کا جواز نکلتا ہے اس لئے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے اس قدر پہلے جا سکتا ہے کہ خطبہ سے پہلے چار رکعت پڑھ سکے اور نماز فرض کے بعد اس قدر ٹھہر سکتا ہے کہ چار یا چھ رکعت سنت پڑھ سکے۔

ممنوعات اعتکاف

بیوی سے بوس وکنار اور صحبت کرنا۔ ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد (مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں بیویوں سے مباشرت وغیرہ نہ کرو۔ جنازہ اٹھاتے یا جنازہ کی نماز پڑھنے کے واسطے یا بیمار کی عیادت اور تیمارداری کے لئے مسجد سے نکلنا، ہاں اگر قضائے حاجت کے لئے معتکف مسجد سے باہر گیا اور راستہ میں کوئی بیمار مل گیا تو اس سے چلتے چلتے حال پوچھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عائشۃ قالت السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشھد جنازۃ ولا یمس امرأۃ ولا یباشرھا ولا یخرج لحاجۃ الا لما لابد منہ (ابوداود)

معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ کسی بیمار کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازے میں حاضر ہو اور نہ عورت کو چھوئے اور نہ مباشرت وجماع کرے اور پیشاب پاخانے کی حاجت کے علاوہ کسی اور ضرورت وحاجت سے نہ نکلے۔

صدقۂ فطر

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ روزہ دار مجسم نیکی ہوتا ہے اس کا جسم انسانی ہوتا ہے مگر روح فرشتوں کی زندگی گذارتی ہے نہ تو وہ غیبت کرتا ہے نہ جہالت کے کام کرتا ہے مگر پھر بھی وہ معصوم نہیں ہے اس سے غلطی اور لغزش ہوسکتی ہے۔ گناہ اور برائی میں مبتلا ہوسکتا ہے زبان سے بیہودہ اور لغو باتیں نکل آتی ہیں۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں روزہ ان عیوب اور نقصانات سے منزہ اور پاک نہیں رہے گا۔ اسی لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے روزوں کو ان نقصانات سے پاک صاف اور مقبول ہونے کے لئے ایک نہایت سہل صورت بتائی ہے جس کو اصطلاح شرع میں صدقۃ الفطر کہتے ہیں اور جو دیگر فرائض کی طرح ایک فریضہ ہے۔

صوم شہر رمضان معلق بین السماء والارض ولا یرفع الا بزکوٰۃ الفطر (ترغیب ترہیب) رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں اور جب تک صدقۃ الفطر نہ ادا کیا جائے مقبول نہیں ہوتے۔

عن ابن عباس قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طہرۃ للصائم من اللغو والرفث۔ الحدیث (ابوداود، ابن ماجۃ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر فرض کیا ہے روزہ دار کے روزے کو لغو اور فحش گوئی سے پاک اور صاف کرنے کے لئے۔

صدقہ فطر کس پر فرض ہے

صدقہ فطر کی فرضیت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب ہو بلکہ جس طرح ایک دولتمند پر فرض ہے اسی طرح اس غریب پر بھی فرض ہے۔ جس کے پاس عید کے دن اپنی اور اپنی اہل وعیال کی خوراک سے زائد اس قدر موجود ہو کہ ہر ایک کی طرف سے ایک صاع غلہ دے سکے۔ بلکہ غرباء کو دوسروں کے دیئے ہوئے غلہ سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اما غنیکم فیزکیہ اللہ واما فقیرکم فیرد اللہ اکثر مما اعطیٰ (احمد، ابوداود) صدقہ فطر کے ذریعہ اللہ غنی کو پاک صاف کرتا ہے اور غریب کو اس کے ساتھ جتنا اس نے دیا اس سے زیادہ واپس لوٹاتا ہے۔

معلوم ہوا صدقہ فطر امیر غریب مستطیع غیر مستطیع سب پر فرض ہے نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر من رمضان صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین (صحیحین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور، یا ایک صاع جو، غلام۔ آزاد، مرد، عورت نابالغ۔ بالغ مسلمان پر فرض کر دیا ہے مگر بیوی بچوں غلاموں کا صدقہ فطر مالک اور صاحب خانہ کو دینا ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ الفطر عن الصغیر والکبیر والحر والعبد ممن تعولون (دارقطنی) یعنی بالغ، نابالغ، آزاد، غلام کے نفقہ اور خرچ کا جو ذمہ دار ہو اس کو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

اگر بیوی بچے مکان پر نہ ہوں بلکہ سفر میں ہو تو ان کا صدقہ فطر بھی ادا کرنا ہوگا ہاں اگر کسی نابالغ لڑکی سے نکاح کیا ہے اور عدم بلوغ کے باعث رخصتی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے والدین کے یہاں ہے تو اس کا صدقہ فطر اس کے باپ کو ادا کرنا ہوگا۔ اور وہ عورت جو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نافرمانی کر کے ماں باپ کے یہاں چلی گئی ہو تو اس کا صدقہ فطر اس کے شوہر پر فرض نہیں ہے۔

صدقہ فطر انہی لوگوں پر فرض نہیں ہے جن پر روزے فرض ہیں بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ مرد ہو یا عورت جیسا کہ صحیحین کی احادیث سے معلوم ہو چکا۔ آپ نے صدقہ فطر کو طعمۃ للمساکین (مساکین کی خوراک) فرمایا پس صدقہ فطر جس طرح روزہ دار کی فحش کلامی اور بیہودہ گوئی کو دور کرنے کی حیثیت سے فرض کیا گیا اسی طرح مساکین کی خوراک ہونے کی حیثیت سے بھی فرض کیا گیا ہے۔ پس جو شخص عید کی صبح کو مسلمان ہو جائے یا جو بچہ عید کی صبح کو پیدا ہو جائے اس پر صدقہ فطر فرض ہے۔

صدقہ فطر کب ادا کرنا چاہئے

صدقہ فطر عید کی صبح کو عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا چاہئے۔ اگر عید کی نماز کے بعد ادا کیا گیا تو صدقہ فطر نہیں ادا ہوگا اور صدقہ فطر کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ مطلق صدقہ اور خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔

فمن اداها قبل الصلوة فهي زكوٰة مقبولة ومن اداها بعد الصلوٰة فهي صدقة من الصدقات (ابوداود ابن ماجة)

جس نے صدقہ فطر قبل نماز عید ادا کیا تو وہ صدقہ فطر مقبول ہوگا اور جس نے بعد نماز ادا کیا تو وہ مطلق خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ صحابی فرماتے ہیں امر رسول الله صلی الله علیه وسلم بزکوۃ الفطر قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ (بخاری)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر عیدگاہ میں جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔

اگر کسی مقام میں بیت المال اور سرداری کا نظام موجود ہو اور یہ سردار زکوٰۃ وصدقہ خور سرداروں اور پیروں کی طرح نہ ہو بلکہ وہاں پر بیت المال اور سرداری کا نظام معاشرہ کی اصلاح کے ساتھ زکوٰۃ، عشر، صدقۃ الفطر وغیرہ کو ان کے مصارف مقررہ میں دیانت داری کے ساتھ تقسیم کرنے کے لئے ہو تو عید سے دو ایک دن پہلے اپنے اپنے صدقۃ الفطر کو بیت المال میں

میں بھیجدینا کہ وہاں جمع ہوکر مستحقین کو تقسیم کیا جائے شرعاً جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری میں ہے۔ کان یعطیہا للذین یقبلونہا وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین قال البخاری کانوا یعطون لیجمع لا للفقراء۔ موطا میں ابن عمر رض کے متعلق ہے۔ کان یبعث زکوٰۃ الفطر الی الذی یجمع عندہٗ قبل الفطر بیومین اوثلثۃ قال شیخنا فی شرح الترمذی اثر ابن عمر انما یدل علی جواز اعطاء صدقۃ الفطر قبل الفطر بیوم اویومین لیجمع لا للفقراء کما قال واما اعطاءھا قبل الفطر بیوم اویومین للفقراء فلم یقم علیہ دلیل انتہیٰ۔ جمع شدہ صدقہ فطر عید کے دن مساکین وفقراء کو تقسیم کردے تاکہ وہ اس دن سوال سے بے نیاز ہوجائیں اور شرعی مصلحت پوری ہوجائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کان یامرنا ان نخرجہا قبل ان نصلی فاذا انصرف قسمہ بینہم (سعید بن منصور)

صدقہ فطر کس قدر اور کن چیزوں سے دینا چاہیئے

صدقہ فطر اس غلہ سے دینا چاہیئے جو عام طور پر وہاں کے لوگوں کی خوراک ہو اگر عام طور پر چاول کھایا جاتا ہے تو چاول دینا چاہیئے وقس علیٰ ہذا۔ اور بغیر فرق وامتیاز کے ہر جنس سے ایک صاع حجازی دینا چاہیئے (وھوالاحوط

عند شیخنا کما صرح بہ فی شرح الترمذی) لیکن وہ جنس گھٹیا نہیں ہونی چاہیئے۔ صاع حجازی یعنی صاع نبوی کی تول انگریزی سیر سے مختلف غلوں کی مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے تعیین نہیں کی جاسکتی لیس جن لوگوں نے مطلقاً تین سیر یا چار سیر یا پونے تین سیر یا سوا دو سیر لکھا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ کھجور۔ جو۔ پنیر۔ منقی سے ایک صاع فی کس صدقہ فطر ادا کیا جائے لیکن گیہوں میں اختلاف ہے کہ ایک صاع دینا چاہیئے یا نصف صاع۔ گیہوں سے صدقہ فطر دینے کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے۔ کما صرح بہ الحافظ والشوکانی والزیلعی وغیرھم۔ ہاں اکثر صحابہ گیہوں سے نصف صاع دیئے جانے کے قائل تھے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابوسعید خدریؓ تمام اجناس سے ایک صاع دینے کے قائل تھے اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں گیہوں تقریباً تھی ہی نہیں اور جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور گیہوں مختلف مقامات سے آنے لگی یا صحابہ کا ایسے مقامات میں گذر ہوا جہاں گیہوں ہوتی تھی لیکن اور اجناس کے مقابلہ میں گراں تھی تو صحابہؓ نے گیہوں کو گراں سمجھ کر قیمت کا خیال کر کے نصف صاع کافی سمجھا اس سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ گیہوں سے نصف صاع کے قائل تھے انہوں نے قیمت کا لحاظ کیا اور حضرت ابن عمرؓ اور ابوسعید خدریؓ نے قیمت کا لحاظ نہیں کیا بلکہ صاع کی مقدار کا لحاظ کر کے بلا فرق و امتیاز ہر جنس سے ایک صاع ضروری سمجھا وبہ قال

مالک والشافعی واحمد واسحاق وھوالاحوط عند شیخنا
ہندوستان میں گیہوں کھجور سے سستی ہے بس ہر شخص کو گیہوں سے بھی
ایک صاع دینا چاہئے ہاں اگر کسی کو ایک صاع دینے پر قدرت نہیں ہے
تو نصف صاع دیدے۔

صدقہ فطر میں کیا قیمت یعنی نقد پیسہ دینا جائز ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے صدقۃ الفطر میں قیمت
دینا ثابت نہیں۔ اس لئے بغیر عذر کے قیمت نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ عام طور
پر کھائے جانے والے غلہ ہی سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر حسب ضرورت
غلہ نہ مل سکے تو بازار کے عام نرخ کے مطابق فطرہ میں قیمت نکالی جاسکتی ہے
صاحب حدائق الازہار کے قول وانما تجزئ القیمۃ للعذر۔ کی شرح
میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔ اقول ھذا صحیح لان ظاھر الاحادیث
الواردۃ لتعیین قدر الفطرۃ من الاطعمۃ أن إخراج ذلک
مما سماہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم متعین۔ وإذا عرض
مانع من اخراج العین کانت القیمۃ مجزئۃ لان ذلک
ھو الذی یمکن من علیہ الفطرۃ ولا یجب علیہ مالا یدخل
تحت إمکانہ (السیل الجرار ج ۲ ص ۸۶ طبع القاھرۃ)

عید الفطر عید الفطر کی رات شرف اور بزرگی کی رات ہے

اس بارے میں کئی صحابہ سے روایتیں آئی ہیں جن کو حافظ عبدالعظیم منذری نے اپنی ترغیب میں ذکر کیا ہے عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو وہ منعقد نہیں ہوگی۔

عن ابی سعید الخدری نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الفطر والنحر (صحیحین)

عن عائشۃ مرفوعا من نذر ان یعصیہ فلا یعصہ (بخاری) عن عمران بن حصین مرفوعا لاوفاء لنذر فی معصیۃ (مسلم)

زوال شمس کے بعد عید کا چاند دیکھنے کی شہادت

اگر مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ کسی جگہ سے وقت پر شہادت پہنچی اور دن میں روزہ رکھ لیا تو زوال سے پہلے اگر معتبر شہادت مل جائے۔ تو روزہ افطار کر دینا چاہئے اور اسی دن عید کی نماز پڑھ لینی چاہئے اور اگر آفتاب ڈھلنے کے بعد چاند دیکھنے کی شہادت پہنچے تو روزہ اسی وقت افطار کر دیا جائے لیکن عید کی نماز اس دن نہ پڑھی جائے۔ ابو عمیر انصاری اپنے کئی صحابی چچاؤں سے روایت کرتے ہیں:۔

اھل علینا ھلال شوال فاصبحنا صیاما فجاء رکب

من آخر النهار فشهدوا عند رسول الله انهم رأوا الهلال بالامس فامر الناس ان يفطروا من يومهم وان يخرجوا لعيدهم من الغد (ابوداؤد، نسائی وغیرہ)

ابر کی وجہ سے شوال کا چاند نظر نہیں آیا اس لئے ہم نے روزہ کی حالت میں صبح کی آخر دن میں چند سوار آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہادت دی کہ ہم نے چاند شام کو دیکھ لیا تھا آپ نے لوگوں کو افطار کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ کل عید کی نماز کے لئے عیدگاہ میں چلنا ہوگا۔

عید الفطر کے دن یہ امور مسنون ہیں

(۱) غسل کرنا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عیدگاہ میں جانے سے پہلے غسل کر لیا کرتے تھے۔ (موطا مالک) ابن ماجہ، عبداللہ بن احمد بن انہ نے ابو رافع رض ابن عباس رض وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عید کے دن غسل کرنے کی حدیثیں روایت کی ہیں۔ لکن کلها ضعیف کما صرح به الحافظ فی الدرایۃ۔

(۲) عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عیدین میں بہترین کپڑے پہنتے تھے۔ (فتح الباری بحوالہ بیہقی وابن ابی الدنیا)

(۳) بہترین خوشبو استعمال کرنا قال الامام ابر الیمانی فی سبل

السلام یندب لبس احسن الثیاب والتطیب
باجود الاطیاب فی یوم العید لما اخرجه الحاکم
من حدیث الحسن السبط قال امرنا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فی العیدین ان نلبس اجود ما نجد
وان نتطیب باجود ما نجد۔

(۴) بلند آواز سے عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر پکارنا۔ عن ابن
عمر انه کان اذا غدی یوم الفطر ویوم الاضحیٰ یجهر
بالتکبیر حتی یاتی المصلی ثم یکبر حتی یاتی الامام۔
(دارقطنی، بیہقی) حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی عیدگاہ جاتے ہوئے
تکبیر پکارتے تھے (دار قطنی) ایک حدیث میں ہے عیدین کو تکبیر کے
ذریعہ زینت دو۔ (طبرانی باسناد ضعیف) وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى
مَا هَدٰىكُمْ ط تاکہ اللہ کی بڑائی بیان کرو اس کی ہدایت پر۔ اس
آیت سے علمانے تکبیر مذکور پر استدلال کیا ہے۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں۔
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ
اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط

(۵) عیدگاہ میں پیدل جانا۔ عن علی قال من السنة
ان تخرج الی العید ماشیا وان تاکل شیئا قبل ان تخرج
اخرجه الترمذی وفی الباب احادیث اخری ضعیفة لکنها
یعتضد بعضها ببعض۔

(۶) ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج یوم العید
فی طریق رجع فی غیرہ (ترمذی، احمد، ابن حبان وغیرہم)
وفی الباب احادیث اخری ذکرھا الشوکانی فی النیل۔ راستہ
بدلنے کی بہت سی زیادہ حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ ظاہری حکمت اسلام کی
قوت اور شوکت کا اظہار ہے۔
(۷) طاق کھجوریں یا چھوہارے کھاکر عیدگاہ جانا اگر یہ نہ ہو تو کوئی میٹھی
چیز کھائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا یغدو یوم الفطر حتی یاکل تمرات
ویاکلھن وترا (بخاری) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر
کی صبح کو بغیر طاق کھجوریں کھائے ہوئے عیدگاہ تشریف نہیں لیجاتے تھے۔

عورتوں کا عیدین کی نماز کیلئے عیدگاہ جانا

عورتوں کا
عیدگاہ میں عید کی نماز کے لئے جانا سنت ہے۔ شادی شدہ ہو یا غیر شادی
شدہ، جوان ہوں یا ادھیڑ یا بوڑھی۔

عن ام عطیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یخرج الابکار والعواتق وذوات الخدور والحُیَّضَ
فی العیدین فاما الحُیَّضُ فیعتزلن المصلی ولیشھدن
دعوۃ المسلمین قالت احداھن یارسول اللہ ان لم یکن

لها جلباب قال فلتعرھا اختها من جلبابها (صحیحین وغیرہ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عیدین میں دوشیزہ جوان کنواری حیض والی عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم دیتے تھے حیض والی عورتیں جائے نماز سے الگ رہتیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک رہتیں ایک عورت نے عرض کیا اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا اس کی مسلمان بہن اپنی چادر میں لیجائے۔

جو لوگ کراہت کے قائل ہیں یا جوان اور بوڑھی کے درمیان فرق کرتے ہیں درحقیقت وہ صحیح صریح حدیث کو اپنی فاسد اور باطل رایوں سے رد کرتے ہیں۔

حافظ نے فتح الباری میں اور ابن حزم نے اپنی محلی میں بالتفصیل مخالفین کے جوابات ذکر کئے ہیں۔ ہاں عورتوں کو عیدگاہ میں سخت پردہ کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خوشبو لگائے اور بغیر بجنے والے زیوروں اور زینت کے لباس کے جانا چاہیئے تاکہ فتنہ کا باعث نہ بنیں۔

عید کی نماز صحرا یعنی کھلے ہوئے میدان میں پڑھنی چاہیئے

عید کی نماز قصبہ یا شہر یا گاؤں سے باہر صحرا یعنی کھلے ہوئے میدان میں ادا کرنی سنت ہے اور بغیر عذر کے مسجد میں یا چہار دیواری گھیر کر مسجد کی صورت بنا کر احاطہ میں ادا کرنا خلاف سنت ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلّٰی (عیدگاہ) صحرا میں تھا جس کو جبانہ

کہتے ہیں آپ نے صرف ایک دفعہ بارش کے عذر کی وجہ سے مسجد نبوی میں عید کی نماز پڑھی تھی اور مسجد نبوی کے اشرف مواضع اور افضل بقاع ہونے بلکہ اس کے بعض حصہ کے روضۃ من ریاض الجنۃ ہونے کے باوجود بغیر عذر کبھی اس میں نماز عید نہیں ادا فرمائی۔

عید کی نماز

عید کی نماز سنت موکدہ ہے آپ نے کبھی اس نماز کو ترک نہیں فرمایا۔ جب آفتاب طلوع ہو کر روشنی پھیل جائے تو عید کی نماز کا اول وقت ہو گیا یعنی اشراق کا وقت عید کی نماز کا اول وقت ہے اور قبل زوال شمس تک اس کا وقت باقی رہتا ہے۔

نماز عید کے لئے اذان ہے نہ اقامت۔ عن جابر بن سمرۃ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیدین غیر مرۃ ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامۃ (مسلم) نماز سے پہلے یا بعد میں عیدگاہ میں سنت یا نفل پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے اسی طرح نماز سے پہلے خطبہ اور وعظ کا بھی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی عیدگاہ میں منبر لیجانے کا ثبوت ہے۔ نماز سے پہلے خطبہ اور وعظ کہنا اور عیدگاہ میں منبر لیجانا بدعت ہے۔ اور نماز عیدین سے پہلے اور بعد میں کوئی سنت نماز نہیں ہے نہ عیدگاہ میں نہ گھر پر۔

عید کی نماز کا طریقہ

دل میں نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو

کانوں تک اٹھا کر تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہے۔ پھر ہاتھوں کو سینے پر باندھ لے پھر سات مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ پھر سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ یا اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ پوری پڑھے۔ پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور امام اس کے بعد سورۃ اعلیٰ یا سورۂ قاف پڑھے پھر اللہ اکبر پکار کر رکوع میں جائے اور حسب دستور رکوع اور سجدوں سے فارغ ہو کر تکبیر پکارتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے پھر پانچ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور امام اس کے بعد سورہ غاشیہ یا سورۂ قمر پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور حسب دستور رکوع سجدہ اور قعدہ کر کے سلام پھیر دے۔

معلوم ہوا کہ عید کی نماز دو رکعت ہے اور اس کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ قرأت فاتحہ سے پہلے سات تکبیریں کہی جائیں گی اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے علاوہ قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔ ھذا ھو الحق کما بینہ شیخنا فی شرح الترمذی وفی رسالتہ القول السدید۔

اور تکبیر زوائد کے ساتھ رفع الیدین کا ثبوت کسی مرفوع صحیح حدیث سے نہیں ہے۔ ہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تکبیر زوائد کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے پس اگر کوئی ان کی اتباع میں رفع الیدین کرے تو کر سکتا ہے۔

عید کا خطبہ

عید کی نماز کے بعد خطبہ اور وعظ کہنا سنت ہے امام

کو چاہیئے کہ مردوں کو خطبہ سنانے کے بعد عورتوں کے مجمع کے پاس پردہ سے باہر کھڑا ہو کر ان کو بھی وعظ و نصیحت کرے اور صدقہ و خیرات پر برانگیختہ کرے اگر اوسے یہ محسوس ہو کہ اس کی آواز عورتوں تک نہیں پہونچی ہے۔

بعض ائمہ کے نزدیک عید کا خطبہ سننا ضروری ہے۔ سنت کے مطابق خطبہ سن کر واپس ہونا چاہیئے امام کو چاہیئے کہ سامعین کی زبان میں صدقہ و خیرات، انفاق و اتحاد و اخلاص وغیرہ پر برانگیختہ کرنے کے علاوہ اہم اور ضروری وقتی مسائل اور ضروریات پر خطبہ سنائے۔

عیدین کے لئے جمعہ کی طرح دو خطبہ دینا کسی معتبر مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ دو خطبوں کے ثبوت میں تین روایتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ ایک حضرت جابر رضؓ کی جو ابن ماجہ میں مروی ہے۔ دوسری حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کی جو مسند بزار میں مروی ہے۔ تیسری حضرت ابن مسعود رضؓ کی جسے امام نووی نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ وروی عن ابن مسعود انہ قال من السنۃ ان یخطب فی العیدین خطبتین فیفصل بینہما بجلوس۔ لیکن یہ تینوں روایتیں غیر ثابت ہیں اس لیے امام نووی لکھتے ہیں۔ لم یثبت فی تکریر الخطبۃ شئ ولکن المعتمد فیہ القیاس علی الجمعۃ۔ انتہی۔ تفصیل مرعاۃ ج ۲ ص ۳۳۳ میں ملاحظہ کی جائے۔

مذکورہ بالا روایات اور جمعہ پر قیاس کی بنا پر دو خطبہ دیا جائے تو جائز ہے

ششش عیدی روزے رمضان کے روزے پورے کرنے کے بعد عید کے متصل ہی یا دو چار روز کے بعد شوال ہی کے مہینے میں پے در پے یا ناغہ کر کے چھ روزے رکھنے سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔

عن ابی ایوب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال فذلک صیام الدھر (مسلم وغیرہ)

سال بھر کے روزوں کا ثواب ملنے کی وجہ یہ ہے کہ قانون الٰہی من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔ کے مطابق ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے تو رمضان کے تیس روزوں کا ثواب تین سو دن کا ثواب ہوگا۔ گویا تیس روزے قائم مقام دس مہینے کے روزوں کے ہوئے اور تیس روزے رکھنے سے دس مہینے کے روزوں کا ثواب ملا۔ اب اسی قانون الٰہی کے مطابق شش عیدی روزے ساٹھ روزوں کے قائم مقام ہوئے اور چھ روزوں سے دو مہینے کے روزوں کا ثواب ملا معلوم ہوا کہ رمضان اور شش عیدی روزوں سے سال بھر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔

پس مسلمانو! اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کے لئے رمضان کے بعد یہ چھ روزے رکھنے کی پوری کوشش اور سعی کرو۔ اگرچہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک شش عیدی روزے مکروہ ہیں مگر عام متاخرین حنفیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہیں اور ان روزوں کے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (عالمگیری)